

Sultan Bahu Last Episode

[علوم باطنی کی تکمیل کرتے ہیں، پہاڑوں اور پتھروں پر تحریر شدہ ”علوم الہی“ کا مطالعہ کرتے ہیں۔ پھر شجر و حجر (درخت اور پتھر) علوم الہی کے اسرار و رموز کے بارے میں درویشوں سے گفتگو اور مکالمہ کرتے ہیں۔ اولیائے کرام سیر و سیاحت کے ذریعے ایک حال سے دوسرے حال میں ترقی کرتے ہیں۔ چنانچہ ”ذات الہی“ کے علوم کی کوئی حد نہیں ہے اور یہ درویش بھی علم باطنی کے حصول اور ”سیر فی الذات“ کرنے کے لیے زیادہ مطالعہ کرتے ہیں تاکہ ”سیر فی الذات“ کے احوال اور مقامات سے محروم نہ رہ جائیں۔“^۱ تصوف کی اصطلاح میں علم دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک اکتسابی جو ظاہری کوششوں اور اساتذہ کے ذریعے حاصل کیا جاتا ہے، دوسرا علم لدنی جس پر انسان کا کوئی اختیار نہیں ہوتا۔ یہ علم اللہ تعالیٰ کی عطائے خاص ہے جو بندوں کو کسی ظاہری کوشش اور سبب کے بغیر بخشا جاتا ہے۔ دوسرے صوفیائے کرام کی طرح حضرت سلطان بابو کو بھی علم لدنی حاصل تھا۔ اگرچہ آپ کی سیر و سیاحت صرف برصغیر پاک و ہند کے علاقوں تک محدود تھی لیکن پھر بھی حضرت سلطان بابو کی حیات مبارک کا بیشتر وقت سیر و سیاحت میں گزرا اور اس دوران آپ نے بے شمار مشاہدات کئے اور بہت سے لوگوں کو اپنی باطنی نعمتوں سے سرفراز فرمایا۔^۱ *... *... *...^۱ ایک بار حضرت سلطان بابو کا گزر پنجاب کے علاقے میں دامن کوہ مغربی جبل اسود کی طرف ہوا۔ جہاں آپ نے ایک نو عمر لڑکے کو دیکھا جو گائیں چرا رہا تھا۔ حضرت سلطان بابو نے اس لڑکے پر نظر ڈالی۔ وہ گائیں چرانا بھول گیا اور آپ کے گرد پروانہ وار رقص کرنے لگا۔^۱ پھر جب حضرت سلطان بابو نے اس لڑکے پر دوسری نظر ڈالی تو وہ ہوش میں آگیا۔ حضرت بابو اپنے سفر پر روانہ ہو گئے۔ کچھ دور چلنے کے بعد آپ نے مڑ کر دیکھا۔ وہ گوالا لڑکا بھی خاموشی کے ساتھ حضرت سلطان بابو کے پیچھے چلا آ رہا تھا۔^۱ لڑکے! تم اپنا کام کرو اور ہمیں اپنا کام کرنے دو۔“ حضرت سلطان بابو نے لڑکے کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔^۱ اب میرا یہاں کیا کام ہے؟“ لڑکے نے عرض کیا،^۱ ”تمہاری ان گائیوں کا کیا ہوگا؟“ حضرت سلطان بابو نے لڑکے سے پوچھا۔^۱ ”جس کے جانور ہیں، وہ جانیں۔“ لڑکے پر عجیب سی کیفیت طاری تھی۔^۱ حضرت سلطان بابو نے لڑکے کو بہت سمجھایا مگر وہ واپس جانے کے لیے تیار نہیں تھا۔ آخر حضرت شیخ اسے اپنے ساتھ لے کر کوہ شمال کی طرف روانہ ہو گئے۔^۱ اس لڑکے کا نام کھتران تھا جو آگے چل کر حضرت سلطان نورنگ کے نام سے مشہور ہوئے۔^۱ پھر حضرت سلطان بابو کوہ شمالی کے جنگلوں سے گزر کر ایک زرخیز پہاڑی علاقے میں تشریف لے گئے جس کا نام ”کلر کیار“ تھا۔ اس جگہ کی سرسبزی و شادابی دیکھ کر حضرت سلطان بابو پر جذب کی کیفیت طاری ہو گئی۔^۱ پھر آپ کی یہ کیفیت تین دن اور تین رات تک جاری رہی۔ اس ویران اور غیر آباد علاقے میں نہ کھانے کا انتظام تھا اور نہ پانی کا۔ حضرت سلطان بابو کے مرید حضرت سلطان نورنگ کھتران اپنی ریاضت اور مجاہدے کے ابتدائی مرحلے سے گزر رہے تھے، اس لیے بھوک اور پیاس کی شدت برداشت نہ کر سکے اور مضطرب ہو کر شیخ کی خدمت میں فریاد کرنے لگے۔ ”الجعوع الجوع العطش العطش“ (بھوک، بھوک... پیاس، پیاس)۔^۱ حضرت سلطان بابو نے اپنے مرید کی فریاد سن کر مراقبے سے سر اٹھایا اور انکھیں کھول کر حضرت سلطان نورنگ کھتران کی طرف دیکھا۔ ”فرزند! کیا بات ہے؟“^۱ ”شیخ! اب بھوک اور پیاس برداشت نہیں ہوتی۔“ حضرت سلطان نورنگ کھتران نے انتہائی مضطرب لہجے میں عرض کیا۔^۱ حضرت سلطان بابو نے مسکراتے ہوئے فرمایا۔ ”برات عاشقان بر شاخ ابو۔“ (عاشقوں کا حصہ ہرن کے سینگوں پر ہوتا ہے)۔^۱ جیسے ہی حضرت سلطان بابو کی زبان مبارک سے یہ الفاظ ادا ہوئے، پہاڑ کے ایک گوشے سے ایک ہرن برآمد ہوا جس کے سینگوں پر کھانے کا خوان رکھا ہوا تھا اور اس کی گردن میں پانی سے بھرا ہوا آب خورہ لٹک رہا تھا۔^۱ حضرت سلطان بابو نے اپنے مرید کو حکم دیتے ہوئے فرمایا۔ ”اللہ کی بخشی ہوئی نعمتوں سے فیض یاب ہو۔“ یہ کہہ کر حضرت سلطان بابو نے خود بھی کھانا تناول فرمایا۔^۱ حضرت سلطان نورنگ تیس سال تک اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں رہے۔ سفر و حضر میں شیخ کی اس قدر خدمت کی کہ محبوبیت کی منزل تک پہنچ گئے۔ یہاں تک کہ حضرت سلطان بابو نے آپ کو خلافت سے سرفراز فرمایا۔ حضرت سلطان بابو کے اس قول مبارک سے حضرت نورنگ کھتران کی روحانی عظمت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ حضرت سلطان بابو نہایت محبت آمیز لہجے میں فرمایا کرتے تھے۔ ”جٹہ اعوان، تٹہ کھتران۔“ یعنی جہاں اعوان پہنچا، وہیں کھتران پہنچ گیا۔^۱ حضرت سلطان بابو کا تعلق قبیلہ اعوان سے تھا۔ چنانچہ اس قول مبارک کا مطلب یہ ہوا کہ جہاں حضرت سلطان بابو خود پہنچے، وہیں اپنے مرید صادق کو بھی پہنچا دیا۔ ”کھتران“ حضرت سلطان نورنگ کی برادری کا نام ہے۔^۱ جب حضرت سلطان نورنگ کو عرفان حاصل ہو گیا تو آپ اپنے پیر و مرشد حضرت سلطان بابو کے فرماتے ہوئے اس مصرع ”برات عاشقان بر شاخ ابو“ کو مکمل شعر میں ڈھال دیا۔^۱ ”عجب دیدم تماشا شیخ بابو،^۱ برات عاشقان بر شاخ ابو،^۱ ”اے شیخ! میں نے عجیب تماشا دیکھا کہ عاشقوں کا حصہ ہرن کے سینگ پر تھا۔“ (ترجمہ)۔^۱ واضح رہے کہ ”برات بر ابو“ فارسی زبان کا ایک محاورہ ہے جس کا مفہوم ہے۔ ”زبانی جمع خرچ، جھوٹے وعدے۔“ مگر جب ہم حضرت سلطان بابو کے حوالے سے اس مصرع کا مطلب سمجھنا چاہیں گے تو وہی مفہوم ہوگا کہ عاشقوں کا حصہ ہرن کے سینگ پر ہوتا ہے۔^۱ حضرت سلطان نورنگ کا مزار مبارک ”جبل اسود“ کے دامن میں ڈیرہ اسماعیل خان کے نزدیک قصبہ ”دھوا“ میں آج بھی زیارت گاہ خاص و عام ہے۔^۱ *... *... *...^۱ ایک بار کا ذکر ہے کہ حضرت سلطان بابو چند درویش ساتھیوں کے ہمراہ ڈیرہ غازی خان کی طرف سفر کر رہے تھے۔ راستے میں ”چھیری“ نام کا ایک گاؤں پڑتا تھا۔ یہ گاؤں اس علاقے کے مشہور بزرگ عادل غیاث الدین تیغ براس کے روضہ مبارک کے قریب ہے۔ جب حضرت سلطان بابو یہاں پہنچے تو چاشت کا وقت تھا۔ ساتھی درویشوں نے عرض کیا۔ ”اگر حکم ہو تو کچھ دیر گاؤں میں ٹھہر کر روتی پکا لیں۔“^۱ حضرت سلطان بابو نے اجازت دے دی اور اس عورت کے گھر تشریف لے گئے جو مسافر درویشوں کی خدمت کیا کرتی تھی۔^۱ حضرت شیخ کے ساتھی درویش اس عورت کے ساتھ مل کر کھانا پکانے میں مشغول ہو گئے۔ عورت کی ایک شیر خوار بچی گہوارے میں سوئی ہوئی تھی۔ اتفاق سے وہ اس وقت جاگ گئی جب مال کام میں مصروف تھی۔ بچی نے بیدار ہوتے ہی رونا شروع کر دیا۔^۱ عورت کام چھوڑ کر بچی کے پاس نہیں جاسکتی تھی، اس لیے وہیں بیٹھے بیٹھے حضرت بابو سے مخاطب ہوئی۔ ”بابا میری بچی کے پنکوڑے کو ہلا دے تاکہ یہ خاموش ہو جائے اور میں اطمینان سے اپنا کام کر سکوں۔“^۱ حضرت سلطان بابو آگے بڑھے اور بچی کے گہوارے کو ایستہ ایستہ ہلانے لگے اور ساتھ ہی ساتھ بلند آواز میں ”اللہ ہو، اللہ ہو“ کہتے رہے۔ بچی خاموش ہو کر سو گئی۔^۱ پھر جب وہ عورت اپنے کام سے فارغ ہوئی تو اس نے حضرت سلطان بابو سے کہا۔ ”بابا! تیرا شکر ہے، تیری وجہ سے میری بچی سو گئی اور میں نے اپنے سارے کام ختم کر لیے۔“

کو بھی جنبش دی 'سلطان بابو' نے فرمایا۔ ”مائی! ہم نے صرف گہوارے ہی کو جنبش نہیں دی بلکہ تیری بچی کے دل ہے اور ایسی جنبش دی ہے کہ قیامت تک اس میں کمی نہیں آئے گی بلکہ زیادتی ہی ہوتی رہے گی۔“

پھر ایسا ہی ہوا۔ حضرت سلطان بابو اپنے سفر پر روانہ ہو گئے مگر ایک مرتبہ کی نظر کیمیا اثر نے شیرخوار بچی کی کایا ہی پلٹ دی۔ یہ بچی جوان ہو کر حضرت فاطمہ کے نام سے مشہور ہوئی۔ حضرت فاطمہ کا تعلق بلوچوں کے قبیلے مستونی سے تھا۔ آپ کا مزار مبارک فتح خان اور قلعہ گڑانگ کے قریب ہے۔ آج بھی لاکھوں زائرین فاتحہ خوانی کے لیے حضرت فاطمہ کے روضے پر جاتے ہیں۔ 'n' *... *... *... *n' حضرت سلطان بابو کے بارے میں مشہور ہے کہ جسے بھی خصوصی توجہ کے ساتھ ایک بار دیکھ لیتے، اس پر روحانی فیوض و برکات کے دروازے کھل جاتے۔ اللہ تعالیٰ نے بطور خاص آپ کو یہ صفت بخشی تھی۔ ہم مضمون کے ابتداء میں ذکر کر چکے ہیں کہ عالم طفلی میں بھی حضرت سلطان بابو کی نظر کیمیا اثر کا یہ عالم تھا کہ اگر کسی بت پرست کو دیکھ لیتے تو وہ اپنے صنم خانہ دل سے ایک ایک باطل معبود کو نکال کر پھینک دیتا اور کلمہ طیبہ پڑھ کر حلقہ اسلام میں داخل ہو جاتا۔ 'n' ایک بار حضرت سلطان بابو درویشوں کے ساتھ سیر و سیاحت کرتے ہوئے علاقہ سنگھڑ سے گزرے جہاں ایک صاحب حال بزرگ حضرت شیخ اسماعیل قریشی سکونت پذیر تھے۔ حضرت شیخ اسماعیل قریشی، حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی کے پوتے، حضرت شیخ رکن الدین ابو الفتح کے خلیفہ، حضرت شیخ موسیٰ والا کی اولاد میں سے تھے۔ حضرت سلطان بابو سنگھڑ سے گزر کر جھنگ تشریف لے گئے اور وہاں رات کو ایک مسجد میں قیام فرمایا۔ اتفاق سے ایک سات سالہ بچہ لعل شاہ، مسجد میں آیا اور حضرت سلطان بابو کے سامنے سے گزرا۔ آپ نے نظر بھر کر لعل شاہ کی طرف دیکھا۔ وہ اپنا سارا کام بھول گیا اور رات بھر حضرت سلطان بابو کی خدمت میں بیٹھا رہا۔ 'n' حضرت سلطان بابو نے کئی بار فرمایا۔ ”بچے! تم اپنے گھر جاؤ۔ تمہارے ماں باپ پریشان ہوں گے۔“ 'n' لعل شاہ نے بڑے غمزدہ لہجے میں عرض کیا۔ ”میرے لیے کوئی پریشان نہیں ہوگا۔ اب وہی میرا گھر ہے، جہاں آپ ہیں۔“ 'n' صبح ہوئی تو لعل شاہ کے عزیز اسے تلاش کرتے ہوئے مسجد پہنچے۔ وہاں جاکر معلوم ہوا کہ لعل شاہ، حضرت سلطان بابو کی خدمت میں حاضر ہے۔ عزیزوں نے بہت منت سماجت کی مگر لعل شاہ کسی طرح بھی اپنے گھر جانے پر رضامند نہیں ہوا۔ 'n' عزیز و اقارب نے واپس جاکر لعل شاہ کے والد حضرت شیخ بڈھن شاہ کو صورت حال سے آگاہ کر دیا۔ شیخ بڈھن، حضرت شیخ اسماعیل کی اولاد میں سے تھے۔ یہ خیر سن کر شیخ بڈھن اپنے مریدوں اور دوستوں کے ساتھ مسجد میں حاضر ہوئے اور حضرت سلطان بابو سے عرض کرنے لگے۔ ”شیخ! اس بچے کو اجازت دیں کہ یہ اپنے گھر چلا جائے، لعل شاہ کی ماں بہت پریشان ہے۔“ 'n' جواب میں حضرت سلطان بابو نے فرمایا۔ ”بڈھن شاہ! یہ بچہ تمہاری ملکیت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کا فیض اور نصیب میرے سپرد فرمایا ہے۔ تم واپس جاؤ، اب میں ہی لعل شاہ کی تربیت کروں گا۔“ 'n' شیخ بڈھن پر حضرت سلطان بابو کا اس قدر رعب طاری ہوا کہ وہ دست بستہ عرض کرنے لگے۔ ”شیخ! اب لعل شاہ آپ کے سپرد ہے۔“ یہ کہہ کر شیخ بڈھن واپس چلے گئے۔ 'n' شیخ بڈھن شاہ کا تعلق بزرگوں کے خاندان سے تھا اور وہ ایک امیر و کبیر شخص تھے۔ شیخ بڈھن شاہ نے دو شادیاں کی تھیں۔ پہلی بیوی سے ایک لڑکا لعل شاہ تھا۔ دوسری بیوی نے آٹے ہی شوہر کے دل و دماغ پر قبضہ کر لیا تھا۔ نتیجتاً شیخ بڈھن شاہ نے اپنی پہلی بیوی اور لڑکے لعل شاہ کو لاوارثوں کی طرح گھر کے ایک گوشے میں ڈال دیا تھا۔ جب لعل شاہ کی ماں کو بیٹے کا حال معلوم ہوا تو اس نے حضرت سلطان بابو کی خدمت میں پیغام بھیجا۔ ”شیخ! لعل شاہ میرا ایک ہی بیٹا ہے جس کے سہارے میں اپنی زندگی کے دن گزار رہی ہوں۔ اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں بھی حاضر ہو کر بیٹے کے ساتھ رہوں؟“ 'n' جواب میں حضرت سلطان بابو نے فرمایا۔ ”تم ایک پردہ دار خاتون ہو۔ اطمینان سے گھر کی چار دیواری میں بیٹھی رہو۔“ 'n' لعل شاہ کی والدہ نے دوبارہ اپنے ملازم کی زبانی حضرت سلطان بابو کی خدمت میں عرض کیا۔ ”جب آپ کا فیض روحانی عام ہے تو پھر مجھے اس نعمت سے کیوں محروم رکھتے ہیں؟“ 'n' لعل شاہ کی والدہ کی درخواست سن کر حضرت سلطان بابو نے ایک غمزدہ عورت پر توجہ کی اور ملازم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ ”اپنی مالکہ سے کہو کہ ان کے لیے سورنہ مزل کا ورد کافی ہے۔ اللہ مدد کرے گا۔“ 'n' حضرت شیخ اسماعیل کے اہل خاندان کی روایت ہے کہ حضرت سلطان بابو کے اجازت دیتے ہی لعل شاہ کی والدہ صاحبہ حال ہو گئیں۔ اس روز کے بعد سے ہر وقت ان کی زبان پر سورنہ مزل کا ورد جاری رہتا تھا۔ دنیاوی کاموں سے بے نیاز ہو گئی تھیں اور دن رات جذب و استغراق کی حالت میں رہتی تھیں۔ اگر کبھی روٹی پکاتی پڑ جاتی تو وہ توے پر پڑے پڑے جل جاتی۔ 'n' کچھ دن بعد حضرت سلطان بابو، لعل شاہ کو لے کر اپنے اگلے سفر پر روانہ ہو گئے اور اپنے ایک خادم کو حکم دیتے ہوئے فرمایا۔ ”میرا کوزہ، مصلے اور مسواک لعل شاہ کے حوالے کر دو۔“ 'n' حضرت لعل شاہ تیس سال تک پیر و مرشد کی خدمت میں رہے۔ اس طویل مدت میں صرف ایک سیاہ کمبل آپ کا لباس تھا جس کا ادھا حصہ زمین پر بچھا کر اسے بستر بنا لیتے تھے اور ادھے حصے کو چادر کے طور پر اوڑھ لیتے تھے۔ حضرت لعل شاہ ہمیشہ ننکے سر اور ننکے پیر رہا کرتے تھے۔ 'n' پھر جب تیس سال بعد خلافت سے سرفراز ہو کر حضرت لعل شاہ رخصت ہونے لگے تو آپ نے پیر و مرشد سے عرض کیا۔ ”سیدی! مجھے کوئی تبرک عطا کیجئے۔“ 'n' حضرت سلطان بابو نے فرمایا۔ ”جو لینا چاہتے ہو، لے لو۔“ 'n' جواب میں حضرت لعل شاہ نے عرض کیا۔ ”میں آپ کے کوزے، مصلے اور مسواک کا امین رہا ہوں۔ ان ہی میں سے کوئی چیز عنایت کر دیجئے تاکہ منزل مراد میں آپ کی کوئی نشانی میرے پاس رہے۔“ 'n' حضرت سلطان بابو نے اپنی استعمال شدہ مسواک حضرت لعل شاہ کو عنایت کر دی۔ 'n' حضرت سلطان بابو کے پڑپوتے اور ”مناقب سلطانی“ کے مصنف حضرت شیخ سلطان حامد فرماتے ہیں کہ میں نے اس مسواک کو دیکھا ہے۔ وہ پیلو کے درخت کی تھی۔ اس کا منہ ایسا تھا جیسے مسواک کو تازہ تازہ نچوڑا گیا ہو۔ 'n' شیخ سلطان حامد نے اپنے پردادا محترم کی عطا کردہ مسواک کو تقریباً ڈیڑھ سو سال بعد دیکھا تھا۔ اس قدر طویل مدت گزر جانے کے بعد بھی مسواک میں تازگی کا پایا جانا، حضرت سلطان بابو کی کرامت کی روشن دلیل ہے۔ یہ مسواک آج بھی حضرت سلطان بابو کے گھرانے میں بطور تبرک موجود ہے۔ 'n' *... *... *... *n' حضرت سلطان بابو کے خلیفہ حضرت سلطان فرماتے ہیں۔ ”ایک بار پیر و مرشد بھکر کے مقام پر شمال کی طرف سفر کر رہے تھے۔ میں بھی حضرت شیخ کے ہمراہ تھا۔ چلتے چلتے پیر و مرشد ”دامن چول“ میں ایک ویران ٹیلے پر پہنچے اور ایک گوشے میں بیٹھ گئے۔ ابھی حضرت شیخ کو بیٹھے ہوئے بمشکل چند لمحے گزرے ہوں گے کہ آپ گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ 'n' ”سیدی! کیا بات ہے؟“ سلطان حمید نے عرض کیا۔ 'n' ”حمید! اس ٹیلے سے جلدی اترو، یہ کسی ظالم کا مکان ہے۔“ حضرت سلطان بابو نے فرمایا اور اس ٹیلے سے اتر کر ریت کے میدان میں قیام فرمایا۔ پھر کچھ دیر آرام کرنے کی غرض سے سلطان حمید کے زانو پر سر مبارک رکھ کر لیٹ

حمیدؔ کو خیال گزرا گئے۔ 'n' جب حضرت سلطان بابوؔ ”دامن چول“ کے ریتیلے میدان میں آرام فرما رہے تھے تو سلطان ”کاش! میرے پاس بھی مال و زر ہوتا تو میں بھی اپنے مرشد اور بادی کے لیے اطلس اور مخمل کا بستر بنواتا چونکہ میں مفلس و نادار ہوں، اس لیے میری وجہ سے حضرت شیخؔ کا جسم مبارک خاک آلود ہو رہا ہے۔“ 'n' ابھی سلطان حمیدؔ دل ہی دل میں اپنی غربت اور محرومی پر اظہار افسوس کر رہے تھے کہ حضرت سلطان بابوؔ نے اپنے مرید کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ ”حمید! اپنی آنکھیں بند کرلو، پھر جو کچھ تمہیں نظر آئے، مجھے بتاؤ۔“ 'n' سلطان حمیدؔ نے پیر و مرشد کے حکم کے مطابق جیسے ہی آنکھیں بند کیں، رنگ و نور کی ایک عجیب محفل نظر آئی۔ سلطان حمیدؔ بہ نفس نفیس اس محفل میں موجود تھے اور سامان آرائش کو بڑی حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ 'n' اچانک محفل کا صدر دروازہ کھلا اور ایک نہایت حسین و جمیل عورت نمودار ہوئی۔ وہ عورت سر سے پاؤں تک جڑائو زیور سے آراستہ تھی۔ مختلف اقسام کے پیروں کی چمک دمک نے عورت کے ظاہری حسن میں مزید اضافہ کر دیا تھا۔ عورت بڑے ناز و ادا کے ساتھ سلطان حمیدؔ کی طرف بڑھی اور قریب پہنچ کر والہانہ انداز میں کہنے لگی۔ ”اس دنیا میں بے شمار مرد ہیں جو میری طلب رکھتے ہیں مگر میں تمہاری طلب رکھتی ہوں، اس لیے خود چل کر تمہارے پاس آئی ہوں۔ تم مجھ سے نکاح کرلو۔“ 'n' عورت کی زبان سے دل بستگی کی باتیں سن کر سلطان حمیدؔ گھبرا گئے اور دبی زبان میں کہنے لگے۔ ”دور بوجا میری نظروں کے سامنے سے، دور بوجا۔“ 'n' ”میں دنیا والوں کو ٹھکراتی ہوں اور تم مجھے ٹھکرا رہے ہو؟“ عورت نے بڑے تعجب سے کہا۔ 'n' ”چلی جا! یہاں سے چلی جا!“ سلطان حمیدؔ بہت زیادہ پریشان نظر آنے لگے تھے۔ ”یہ انتہائی ادب کا مقام ہے۔ میں اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر ہوں۔ یہاں سے دور بوجا! دور بوجا۔“ 'n' ابھی سلطان حمیدؔ کے اس خوبصورت عورت سے یہ مکالمات جاری تھے کہ حضرت سلطان بابوؔ نے اپنے مرید کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ ”بس حمید! آنکھیں کھول دو۔“ 'n' پھر جیسے ہی حضرت شیخؔ کے حکم پر سلطان حمیدؔ نے آنکھیں کھولیں، وہ دلکش محفل اور وہ بوشربا عورت غائب تھی۔ 'n' حمید! ابھی تم کہاں تھے اور تم نے کیا دیکھا؟“ حضرت سلطان بابوؔ نے اپنے مرید سے پوچھا۔ 'n' سلطان حمیدؔ نے سر جھکائے ہوئے تمام واقعہ سنا دیا۔ 'n' حضرت سلطان بابوؔ نے فرمایا۔ ”حمید! تم کچھ دیر پہلے مال و دنیا نہ ہونے کی دل ہی دل میں شکایت کر رہے تھے اور اپنی اس محرومی پر اظہار افسوس بھی کیا تھا۔“ 'n' ”سیدی درست فرماتے ہیں۔“ سلطان حمیدؔ کی گردن کچھ اور جھک گئی۔ 'n' ”ابھی تم نے جو کچھ دیکھا، وہ دنیا ہی تو تھی جو اپنے پیروں سے چل کر تمہارے پاس آئی تھی۔“ حضرت سلطان بابوؔ نے فرمایا۔ ”پھر تم نے دنیا کو قبول کیوں نہیں کیا؟ اگر قبول کر لیتے تو تمہارا گھر بھی مال و زر سے بھر جاتا۔“ 'n' سلطان حمیدؔ نے عرض کیا۔ ”سیدی! میں اللہ تعالیٰ سے اس کی ذات کا نور چاہتا ہوں تاکہ میری روح، دل اور دماغ روشن ہو جائیں۔ میں مال و دولت کی خواہش نہیں رکھتا، اسی لیے میں نے عورت کی پیشکش قبول نہیں کی۔“ 'n' ”تو پھر اللہ تعالیٰ کی بخشش و عطا پر راضی ہو جاؤ۔“ حضرت سلطان بابوؔ نے فرمایا۔ ”فقر محمدی کا اثر تمہارے خاندان سے نہیں جائے گا۔“ 'n' پھر ایسا ہی ہوا۔ حضرت شیخؔ سلطان حمیدؔ نے اپنی پوری زندگی فقر و قناعت میں بسر کی۔ آپ کے بعد آپ کی اولاد اور نسل پر بھی فقر و قناعت ہی کا رنگ غالب رہا۔ 'n' *... *... * 'n' ایک بار حضرت سلطان بابوؔ شہر بھکر تشریف لے گئے۔ اس وقت وہاں ایک صاحب کشف بزرگ حضرت شیر شاہ سکونت پذیر تھے۔ حضرت شیر شاہؔ کے مرید اور خلیفہ شیخؔ سلطان طیبؔ تھے جو اولاد نرینہ سے محروم تھے۔ شیخ طیبؔ نے اپنے مرشد حضرت شیر شاہؔ سے بھی اس سلسلے میں کئی بار دعا کرائی تھی مگر قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا پھر جب شیخؔ سلطان طیبؔ نے حضرت سلطان بابوؔ کی آمد کی خبر سنی تو آپ خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر دعا کے طالب ہوئے۔ 'n' اس وقت حضرت سلطان بابوؔ کے پاس دو سیب رکھے ہوئے تھے۔ شیخ سلطان طیبؔ کی درخواست سن کر حضرت سلطان بابوؔ نے فرمایا۔ ”یہ دونوں سیب لے جا کر اپنی بیوی کو کھانے کیلئے دے دو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں دو فرزند عطا کرے گا۔ ان فرزندوں میں سے ایک تمہارے لیے ہوگا اور دوسرا ہمارے لیے۔“ 'n' ”شیخ! میں ان دونوں فرزندوں میں تفریق کیسے کروں گا؟“ سلطان طیبؔ نے عرض کیا۔ 'n' ”یہ تمہارا کام نہیں ہے۔“ حضرت سلطان بابوؔ نے فرمایا۔ ”جو فرزند ہمارے کام کا ہوگا، وہ اپنی نشانی لے کر پیدا ہوگا۔“ 'n' شیخ سلطان طیبؔ دونوں سیب لے کر خوشی خوشی چلے گئے۔ ان سیبوں میں سے ایک سیب کچھ داغدار تھا جسے کسی پرندے نے کھا لیا تھا۔ 'n' الغرض شیخ سلطان طیبؔ کے دو فرزند پیدا ہوئے۔ آپ نے ایک کا نام سلطان عبد رکھا اور دوسرے کا نام سلطان سوبارا۔ سلطان عبد پیدائشی مجنوب تھے۔ حضرت سلطان بابوؔ نے اسی نشانی کی طرف اشارہ کیا تھا۔ 'n' *... *... * 'n' ”مناقب سلطانی“ کی روایت کے مطابق حضرت سلطان بابوؔ ذات باری پر توکل فرماتے تھے۔ آپ نے زندگی بھر روزی کمانے کے لیے کوئی دنیاوی شغل اختیار نہیں کیا۔ مغل شہنشاہ شاہجہاں کی طرف سے آپ کے والد محترم سلطان بایزیدؔ کو ایک وسیع جاگیر عطا ہوئی تھی۔ یہ جاگیر پچاس ہزار بیگھے زمین اور اینٹوں کے ایک قلعے پر مشتمل تھی جس میں کئی کنویں موجود تھے۔ ایک تو وسیع جاگیر کی موجودگی، دوسرے بچپن سے غلبہ عشق الہی... یہی وہ عوامل تھے جن کے باعث حضرت سلطان بابوؔ فکر دنیا سے آزاد رہے۔ پھر بھی آپ کی حیات مبارکہ میں دو مواقع ایسے نظر آتے ہیں جب آپ نے کاروبار بستی میں حصہ لینے کی کوشش کی تھی، 'n' حضرت سلطان بابوؔ نے دو بار کھیتی باڑی کی غرض سے بیلوں کی جوڑی خریدی۔ پھر خود ہی زمین جوتی مگر جب فصل پکنے کے قریب آئی تو آپ بیلوں کو چھوڑ کر سیر و سیاحت کے لیے کسی طرف نکل گئے۔ 'n' جب عزیز و اقارب اور دوستوں میں سے کوئی شخص حضرت سلطان بابوؔ سے اس بے نیازی اور بے رغبتی کی وجہ دریافت کرتا تو آپ نہایت آسودگی اور سرشاری کے لہجے میں فرماتے۔ ”فاقے کی رات فقیر کے لیے معراج کی رات ہوتی ہے۔“ 'n' ایک اور موقع پر حضرت سلطان بابوؔ نے فرمایا، 'n' اندرون از طعام خالی دار، 'n' تادراں نور معرفت بینی، 'n' ”تو اپنا شکم غذا سے خالی رکھ تاکہ اس میں معرفت کا نور دیکھ سکے۔“ (ترجمہ)، 'n' یہ اسی زمانے کا واقعہ ہے جب حضرت سلطان بابوؔ کھیتی باڑی میں مصروف تھے۔ پنجاب کے کسی دوردراز علاقے میں ایک خاندانی شخص رہا کرتا تھا جس کی کئی بیٹیاں تھیں جو شادی کے قابل ہوگئی تھیں۔ وہ شخص اپنے گھرانے کا بہرم رکھنے کے لیے اجلا لباس پہنتا تھا جسے دیکھ کر اہل محلہ سمجھتے تھے کہ وہ مالی طور پر آسودہ حال ہے۔ اس شخص کی اسی ظاہری حالت سے متاثر ہو کر اچھے خاندان کے لوگوں نے اس کی بیٹیوں کے لیے رشتے بھیجے تھے مگر وہ اندرونی طور پر اس قابل نہیں تھا کہ بیٹیوں کی شادی کا انتظام کر سکے۔ 'n' آخر ایک دن وہ اپنے مسائل سے پریشان ہو کر کسی بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ”شیخ! میرا تعلق سادات کے خاندان سے ہے۔ میں نے بہت اچھا وقت گزارا ہے مگر اب سفید پوشی کے سوا کچھ باقی نہیں۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ میں ایک مالدار شخص ہوں مگر حقیقت یہ ہے کہ دو وقت کی روٹی بھی میسر نہیں۔ میں اپنی زندگی تو گزار چکا مگر بیٹیوں کا

فرمانے کہ اللہ بوجہ برداشت نہیں ہوتا۔ قرض خواہ ہر وقت دروازے پر کھڑے رہتے ہیں۔ اب آپ ہی میرے حق میں دعا تعالیٰ مجھے ان مشکلات سے نجات دے دے۔“ n' بزرگ کچھ دیر تک سید زادے کی حالت زار پر غور کرتے رہے تھے۔ پھر معذرت خواہانہ لہجے میں کہنے لگے۔ ”تمہیں جو بیماری لاحق ہے، اس کی دوا میرے پاس نہیں ہے۔“ n' ”میں تو دعا کے لیے درخواست کر رہا ہوں۔“ سید زادے نے اداس لہجے میں عرض کیا۔ n' ”اب دعا ہی تمہاری دوا ہے۔۔۔ اور میری دعا میں اتنی تاثیر نہیں ہے کہ وہ تمہارے سر اور گھر سے گردش وقت کو ٹال دے۔“ بزرگ نے صاف صاف کہہ دیا۔ n' ”میں نے تو لوگوں سے آپ کے بارے میں بہت کچھ سنا ہے۔“ بزرگ کا انکار سن کر وہ کچھ اور دل شکستہ نظر آنے لگے۔ n' ”وہ لوگوں کا حسن ظن ہے مگر میں تمہیں حقیقت بتا رہا ہوں۔“ بزرگ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔ ”مگر اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ زمین اللہ کے مستجاب الدعوات بندوں سے خالی ہے۔ میں تمہیں ایک ایسے شخص کا پتا دیتا ہوں جس کی زبان میں بہت تاثیر ہے۔ وہ مردحق دریائے چناب کے کنارے قصبہ شورکوٹ میں رہتا ہے۔ اس کے آستانے پر حاضری دو، اللہ تمہاری مشکل آسان کرے گا۔“ n' ان کے چہرے سے کچھ دیر کے لیے رنج و الم کا غبار دھل گیا اور وہ تیز آنکھوں میں امید کا چراغ جلانے ہوئے شورکوٹ پہنچے۔ n' اس وقت حضرت سلطان بابو بہت معمولی لباس پہنے اپنی زمین پر بل چلا رہے تھے۔ اگر کوئی اجنبی شخص حضرت شیخ کو اس حالت میں دیکھتا تو یہی رائے قائم کرتا کہ بل چلانے والا کوئی مفلس کسان ہے۔ سید صاحب نے بھی حضرت سلطان بابو کے بارے میں یہی سوچا اور دل ہی دل میں افسوس کرنے لگے۔ ”میرا سفر رائیگاں گیا۔ جو شخص خود اتنا پریشان حال ہو، وہ کسی دوسرے کی کیا مدد کر سکتا ہے؟“ یہ خیال کر کے سید صاحب واپس جانے کے لیے مڑے۔ n' ابھی سید صاحب ایک ہی قدم آگے بڑھے ہوں گے کہ حضرت سلطان بابو کی صدائے دل نواز سنائی دی۔ ”سید! اتنا طویل سفر اختیار کیا اور موسم کی سختیاں برداشت کیں، پھر بھی ہم سے ملاقات کئے بغیر واپس جارہے ہو؟“ n' اپنا نام سن کر سید صاحب حیرت زدہ رہ گئے۔ فوراً گھوڑے کی پشت سے اترے۔ بڑی عقیدت کے ساتھ حضرت سلطان بابو کی خدمت میں سلام پیش کیا اور سفر کی وجہ بیان کرنے لگے۔ n' حضرت سلطان بابو نے بہت غور سے سید صاحب کی درخواست سنی۔ پھر نہایت شیریں لہجے میں فرمانے لگے۔ ”سید! تم میرا کام کردو، میں تمہارا کام کئے دیتا ہوں، اس لیے کہ کام کا بدلہ کام ہے۔“ n' سید صاحب نے بڑی حیرت سے حضرت سلطان بابو کی طرف دیکھا۔ ”شیخ! ایک سوالی آپ کے کیا کام آسکتا ہے؟“ n' ”میں اپنے ایک ضروری کام سے فارغ ہو کر ابھی آتا ہوں، جب تک تم میرا بل چلاؤ۔ بس یہی کام ہے۔“ اتنا کہہ کر حضرت سلطان بابو تشریف لے گئے۔ n' اس دوران سید صاحب بل چلاتے رہے۔ حضرت سلطان بابو کی قوت کشف دیکھ کر انہیں یقین ہو گیا تھا کہ وہ یہاں سے خالی ہاتھ نہیں جائیں گے۔ n' تھوڑی دیر بعد حضرت سلطان بابو واپس آئے اور اپنے سامنے پڑا ہوا مٹی کا ایک ڈھیلا اٹھا کر زمین پر مار دیا۔ سید صاحب نے حضرت سلطان بابو کے اس عمل کو بڑی حیرت سے دیکھا مگر دوسرے ہی لمحے ان کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔ اردگرد کے سارے ڈھیلے سونا بن گئے تھے۔ n' ”سید! اپنی ضرورت کے مطابق سونا اٹھا لو۔“ حضرت سلطان بابو نے بے نیازانہ فرمایا۔ n' سید صاحب نے سونا اٹھا لیا۔ پھر حضرت سلطان بابو کے دست مبارک کو بوسہ دیتے ہوئے بڑی وارفتگی کے عالم میں یہ شعر پڑھا: n' ”نظر جنہاں دی کیمیا، سونا کر دے وٹ، n' قوم آتے موقوف نہیں، کیا سید کیا جٹ، n' جن لوگوں کی نگاہ کیمیا اثر ہے، وہ ایک ہی نظر سے مٹی کو سونا بنا دیتے ہیں۔ یہ ذات الہی کا فیض ہے جو کسی قوم پر موقوف نہیں۔ خواہ وہ سید ہو یا جٹ۔“ n' ”*... *... *“ آخر میں ہم اس واقعے کا ذکر کریں گے جس کا تعلق مغل شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر سے ہے۔ ”مناقب سلطانی“ کی روایت کے مطابق حضرت سید عبدالرحمن قادری سے بیعت ہونے کے بعد حضرت سلطان بابو نے دولت روحانی کو عام لوگوں میں تقسیم کرنا شروع کر دیا۔ n' اتفاق سے اس روز جمعہ تھا۔ حضرت سلطان بابو جامع مسجد دہلی میں نماز پڑھنے کے لیے حاضر ہوئے تو شہنشاہ جہانگیر بھی اپنے ارکان دولت کے ساتھ وہاں موجود تھا۔ n' جامع مسجد میں نمازیوں کا اس قدر ہجوم تھا کہ کہیں بھی تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ حضرت سلطان بابو سب سے آخر میں اس مقام پر کھڑے ہو گئے جہاں لوگ اپنی جوتیاں رکھتے تھے۔ n' نماز ختم ہوئی تو حضرت سلطان بابو نے حاضرین پر خصوصی توجہ کی تو مسجد میں ایک شور سا مچ گیا اور تمام نمازیوں پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی مگر تین آدمی یعنی اورنگزیب بادشاہ، قاضی شہر اور کوتوال جذبے کی تاثیر اور نگاہ کے اثر سے غیر مؤثر اور محبوب رہے۔ n' انہیں تینوں حضرت سلطان بابو کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دست بستہ عرض کرنے لگے۔ ”آپے ولی اللہ! ہمارا کیا گناہ ہے کہ ہمیں اس نعمت سے محروم رکھا اور ہم پر توجہ نہ دی؟“ n' شہنشاہ عالمگیر کی اس درخواست کے جواب میں حضرت سلطان بابو نے فرمایا۔ ”ہم نے تو توجہ یکساں کی تھی۔ تم پر اس لیے اثر نہیں ہوا کہ تمہارے دل سخت تھے۔“ n' ان تینوں نے پھر دست بستہ ہو کر فیض کے لیے التجا کی تو حضرت سلطان بابو نے فرمایا۔ ”اس کے لیے شرط یہ ہے کہ تم اور تمہاری اولادیں، ہماری اولاد اور پسماندوں کے لیے دنیاوی احوال کی فکر نہ کریں اور ہمارے مکان پر نہ آئیں تاکہ تمہارے دنیاوی احوال کے سبب ہماری اولاد میں دنیاوی جھگڑے نہ پڑ جائیں۔“ n' جب شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر نے اقرار کیا کہ وہ ایسا کرے گا تو حضرت سلطان بابو نے مغل حکمران پر توجہ کی اور اسے خاص فیض تک پہنچایا۔ پھر جب آپ نے دہلی سے رخصت ہونے کا ارادہ ظاہر کیا تو اورنگزیب عالمگیر نے کسی یادگار کے لیے درخواست کی۔ n' جواب میں حضرت سلطان بابو نے وہیں کھڑے کھڑے کتاب ”اورنگزیب شاہی“ تالیف فرمائی جسے شاہی محروروں نے اسی وقت لکھ لیا اور اس ارشاد نامے کو بطور یادگار رکھا۔ پھر آپ اسی وقت لوٹ آئے۔ n' (یہاں بھی کھڑے کھڑے لکھنے سے مراد وہی ہے کہ حضرت سلطان بابو نے مختصر سے عرصے میں ایک ضخیم کتاب تحریر کرائی)۔ n' بعض محققین کا دعویٰ ہے کہ شہزادہ دارا شکوہ کے حوالے سے سلسلہ قادریہ اورنگزیب عالمگیر کے تشدد کا نشانہ بنا ہوا تھا چونکہ حضرت سلطان بابو بھی سلسلہ قادریہ سے تعلق رکھتے تھے، اس لیے دار الحکومت میں آپ کی موجودگی کو شک و شبہ کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ n' ”مناقب سلطانی“ کی روایت کے مطابق ڈاکٹر لاجونٹی رام کرشن لکھتی ہیں کہ اورنگزیب، حضرت سلطان بابو کے بارے میں اپنے مخبروں سے اطلاعات منگواتا رہتا تھا۔ n' ”پنجاب کے صوفی دانشور“ کے مصنف قاضی جاوید کے بقول دوسری روایتوں سے بھی اس بات کی تصدیق ہوتی ہے۔ n' ہماری نظر میں یہ ساری روایتیں غیر معتبر ہیں اور عالمگیر جیسے بزرگ حکمران پر کھلی تہمت ہے۔ اورنگزیب اور دارا شکوہ کے درمیان محض اقتدار کی جنگ تھی۔ عالمگیر خود بھی ایک صاحب دل صوفی تھے۔ n' مغل فرمانروا کو حضرت مجدد الف ثانی کے صاحبزادے اور خلیفہ حضرت خواجہ معصوم سے بیعت کا شرف حاصل تھا۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ خزانہ شاہی کو رعایا کی ملکیت سمجھنے والا، قرآن کریم لکھ کر اور ٹوپیاں سی کر روزی حاصل کرنے والا

بزرگوں پر ستم ڈھاتا، پابند شریعت اور متقی حکمران صرف اپنے بھائی دارا شکوہ کی وجہ سے سلسلہ قادریہ کے تمام یہ محض بہتان طرازی ہے، اس کے سوا کچھ نہیں۔ عالمگیر کی محرومی یہ ہے کہ انہیں صرف ہندوئوں اور انگریزوں نے ہی بدنام نہیں کیا بلکہ اپنی تنگ نظری اور دنیا داری کے سبب مسلمان مؤرخین اور دانشوروں نے بھی بے جا تنقید کا ہدف بنایا۔ 'n' "منافق سلطانی" کے مصنف کا یہ تحریر کرنا کہ عالمگیر کا دل سخت تھا، اس لیے ان پر پہلی بار حضرت سلطان بابو کی توجہ کا اثر نہیں ہوا۔ پھر جب مغل شہنشاہ نے دست بستہ درخواست کی تو حضرت سلطان بابو نے انہیں فیض روحانی سے سرفراز کیا۔ 'n' ہمارے نزدیک اس روایت پر عقیدت کا شدید غلبہ ہے ورنہ تاریخی حقیقت کچھ اور ہے۔ حضرت شیخ سلطان حامد نے جوش جذبات میں عالمگیر کو روحانیت سے بے بہرہ ایک سنگدل انسان ثابت کر دیا مگر یہ نہیں دیکھا کہ خود حضرت سلطان بابو، اورنگزیب عالمگیر کے بارے میں کیا تحریر کرتے ہیں۔ 'n' "کلید التوحید"، حضرت سلطان بابو کی مشہور تصنیف ہے۔ اس کے آغاز میں حضرت شیخ فرماتے ہیں۔ "حمد و نعت کے بعد جاننا چاہیے کہ، 'بابو، ولد بازید عرف اعوان ساکن قلعہ شورکوٹ کو محی الدین، تابع علم الیقین، شرع شریف، راسخ الدین شاہ اورنگزیب بادشاہ اسلام کے زمانے میں دیگر رسالوں کے علاوہ اس رسالے کے لکھنے کا بھی اتفاق ہوا۔ 'n' محی الدین، اورنگزیب کا خاندانی نام تھا۔ حضرت سلطان بابو نے عالمگیر کو بادشاہ ہند کے بجائے "بادشاہ اسلام" قرار دیا۔ 'n' اسی کتاب "کلید التوحید" میں ایک اور مقام پر حضرت سلطان بابو فرماتے ہیں: 'n' برگزیدہ از عباد اللہ الہ، 'n' شاہ اورنگ زیب غازی بادشاہ، 'n' (اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ مقبول بندوں میں سے سلطان اورنگزیب غازی بادشاہ ہے۔ ترجمہ) 'n' جب حضرت سلطان بابو جیسے عظیم المرتبت صوفی ان الفاظ میں عالمگیر کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں تو حرص و ہوس کے اسیر اور دانشوران بے ضمیر کی تحریر کردہ روایتوں کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے۔ 'n' 63 سال تک کار مسیحائی انجام دینے کے بعد حضرت سلطان بابو 1629ء میں دنیا سے رخصت ہوئے۔ آپ کو دریائے چناب کے کنارے موضع "قہرگان" کے قلعے میں سپردخاک کیا گیا۔ 'n' 77 سال بعد یعنی 1180ھ میں دریائے چناب شدید طغیانی کی لپیٹ میں آگیا جس کے باعث آپ کے مزار مبارک کے غرق ہوجانے کا خطرہ پیدا ہوا۔ نتیجتاً حضرت سلطان بابو کے جسد مبارک کو بستی سمندری کے قریب منتقل کر دیا گیا۔ اس قدر طویل مدت گزر جانے کے بعد بھی آپ کا کفن تک میلا نہیں ہوا تھا۔ 'n' پھر 157 سال بعد دریائے چناب میں دوبارہ خوفناک سیلاب آیا، یہاں تک کہ پانی کی سرکش لہریں مزار مبارک کو چھونے لگی تھیں۔ ایک بار پھر آپ کے جسد مبارک کو منتقل کر کے گڑھ مبارکہ (ضلع جھنگ) میں آسودہ خاک کیا گیا۔ اس وقت بھی آپ کا کفن صحیح و سالم تھا۔ 'n' حضرت سلطان بابو کی قبر مبارک کی منتقلی میں قدرت کی بڑی عجیب نشانیاں ہیں، اگر لوگ سمجھنے کی کوشش کریں۔ 'n' "پنجاب کے صوفی دانشور"، میں میرقاضی جاوید تحریر کرتے ہیں کہ حضرت سلطان بابو کی موجودہ شہرت کا انحصار ان کی پنجابی شاعری پر ہے۔ اسی نے انہیں حیات جادواں عطا کی ہے۔ یہ ایک ادیب، مؤرخ اور تنقید نگار کی ذاتی رائے ہوسکتی ہے مگر جاننے والے جانتے ہیں کہ حضرت سلطان بابو کیوں زندہ ہیں اور تین سو سال گزر جانے کے بعد بھی بے شمار انسانوں کے دلوں میں کیوں دھڑکتے ہیں: 'n' برگز نمیرد ان کہ دلش زندہ شد بعشق، 'n' ثبت است بر جریدیہ عالم دوام ما، 'n' (ختم شد)]